شیخ الحدیث امان اللہؒ کا تعارف اور ان کی دینی خدمات کا تحقیقی جائزہ

Introduction of Sheikh Hadith Amanullah and Research Review of His Religious Services

DOI: 10.5281/zenodo.7275370

*اکرام اللہ خان

**ڈاکٹر محمد ایاز

Abstract

The land of Lucky Marwat gave birth to great commentators, muhadditians, jurists, writers, scholars with great political and social services. Chagaye and this series is still continuing in the same way.

Some of these scholars are those whose mentions have graced the pages of history, while the majority are those scholars whose mentions in history are silent and despite their scholarly glory and religious, political and social services, history has ignored them. Maulana Jamshed has done research in order to present the services of these forgotten men of history to the Muslim Ummah, in which the services of more than 40 distinguished scholars have been reviewed in one column. However, this work of his is brief, although there are some of these personalities whose services are not enough for a few pages, but for their services, books containing several volumes are needed. One of them is Sheikh Hadith Maulana Amanullah, who served Islam in various ways. It was felt that constant research work should be done on his services so that people can be aware of his services, and can make a plan of action by making his life as a model for attaining the pleasure of Allah.

Key words: Lucky Marwat, Muslim Ummah, Sheikh Hadith Maulana Amanullah, commentators, muhaddithians

1۔ شیخ الحدیث مولانا امان اللہ رحمہ اللہ کا تعارف

شیخ الحدیث مولانا امان اللہ رحمہ اللہ کا شمار پاکستان کے ان علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے دین کے تمام شعبوں میں یکساں خدمات انجام دی ہیں۔ آپؒ کی حیات میں جب بھی "شیخ صاحب" کی اصطلاح استعمال ہوتی تو مراد آپؒ ہی ہوتے۔ آپؒ کے محترم والد خواجہ احمد خانؒ تھے جو تجوڑی کے ایک زمیندار خاندان سے متعلق تھے جب کہ والدہ محترمہ ضلع ٹانک کے مشہور دیوبندی عالم مولانا محمد یارؒ کی لختِ جگر تھی۔

*ایم فل سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، زرعی یونیورسٹی، پشاور

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، زرعی یونیورسٹی، پشاور

آپ ایک صاحبِ کردار انسان تھے۔ اتباعِ سنت، عالمانہ وضع قطع، استغناء اور بے نیازی، جرات و بے باکی، سادگی، صبر و تحمل آپؒ کی زندگی کے نمایاں پہلو ہیں۔ فصاحت و بلاغت میں اپنی مثال آپ تھے۔ مشکل سے مشکل عبارت کو آسان پیرائے میں بیان کرنا آپؒ کی خاص وصف تھی۔ جملہ طلبہ کی اذہان کے مطابق نیز عالم اور غیر عالم کے ساتھ ان کی استعداد کے اعتبار سے طرزِ تکلم آپؒ کا خاصہ تھا۔ آپؒ کے کلام میں روانی تھی۔ جتنی جتنی آپؒ کی خطابت بڑھتی جاتی تھی اتنا اتنا شوقِ سماع بڑھتا جاتا تھا۔ آپؒ کی یہ خصوصیت آپؒ کے اخلاص کا نتیجہ تھی۔ آپؒ معتدل مزاج کے مالک تھے۔ کبھی ظلم و زیادتی اور غیر معیاری کلام و افعال کو پسند نہیں کرتے تھے۔ خاموشی آپؒ کی فطرت میں سموئی ہوئی تھی۔ نرم مزاجی، شفقت اور محبت آپؒ کی پہچان تھی۔

شیخ صاحبؒ کا تعلق مسلک دیوبند سے تھا اور اپنے مسلک کی حقانیت پر آپؒ کے پاس ٹھوس دلائل تھے۔ ان ہی دلائل کی بنیاد پر اپنے گاؤں کو بدعات کی لعنت سے پاک کیا۔ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کے پیروکار تھے۔ احناف میں امام ابو حنیفہؒ کو اور اس کے بعد بالترتیب شاہ ولی اللہؒ کے خاندان میں شاہ اسماعیل شہیدؒ، شاہ عبد القادرؒ اور علماء دیوبند میں رشید احمد گنگوھیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مفتی کفایت اللہؒ کے اقوال کو ترجیح دیتے تھے۔ قرآنی ترجمہ میں شیخ الہند محمود الحسنؒ کے ترجمہ اور حواشی میں شاہ عبد القادرؒ کے "موضح القرآن" کو ترجیح دیتے تھے۔ عام تفسیروں میں " روح المعانی" کا مطالعہ کرتے تھے۔ صحابہ کو معیار حق سمجھتے تھے اور جملہ عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کے سخت پیروکار تھے۔

شیخ صاحبؒ کی ازدواجی زندگی انتہائی خوشگوار تھی۔ آپؒ کے نکاح میں دو بیویاں تھیں۔ بڑی بی کا تعلق لکی مروت سے تھا جب کہ چھوٹی بی کا تعلق ضلع کرک سے تھا۔ دونوں سے اللہ تعالیٰ نے چار بیٹے اور سات بیٹیاں عطا کی تھیں۔ بیٹیوں کو آپؒ نے اپنی حیات ہی میں عقدِ نکاح میں منسلک کیا تھا۔ صاحبزادگان میں مولانا اشرف علی، مولانا انور علی، مولانا اصغر علی اور مولانا احمد علی شامل ہیں جن کا تفصیلی تذکرہ اگلی فصل میں آرہا ہے۔

صبر و تحمل کے اس پیکر نے زندگی کی بیاسی بہاریں دیکھیں۔ اس عرصے میں وہ جن حالات سے گزرے، جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اس کا اندازہ وہ خود ہی کر سکتے تھے۔ زندگی کے آخری چند سالوں میں ضعف اور پیرانہ سالی کی وجہ سے مختلف قسم کی بیماریوں کا شکار ہوئے اور بالآخر 9 دسمبر 2018ء کو ان مصائب و مشکلات اور بیماریوں سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا پایا اور اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔۔ رحمہٗ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔۔ پاکستانی قونصل خانے کی تعاون سے المستشفی المکتوم میں اوقاف کے سربراہ الشیخ اشتیاق الحسینی اللقمانی اور مولانا اکرام خان نے غسل دے کفن پہنایا۔ پشاور حیات آباد کے باغِ ناران میں دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق حفظہ اللہ کی امامت میں آپؒ کا جنازہ پڑھایا گیا جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ ان میں آپؒ کے تلامذہ، متعلقین اور پشاور کے عام مسلمان شامل تھے۔ آپؒ کی وفات کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ جب آپؒ کی میت گاؤں روانہ کی گئی تو درہ آدم خیل

کے قریب برلبِ روڈ ہزاروں کی تعداد میں تلامذہ اور متعلقین صفوں میں تیار بیٹھے تھے، جو نہی آپؒ کی میت وہاں سے گزاری گئی تو یہ حضرات کھڑے ہوئے لمحوں میں اپنے استاد کا دوبارہ جنازہ پڑھا۔ یہاں آپؒ کے گاؤں میں لوگوں کا ایک ٹھاٹے مارتا ہوا سمندر اپنے محبوب کے آخری دیدار کے لئے موجزن تھا اور بڑی شدت سے آپؒ کے جسدِ خاکی کے انتظار میں تھا۔ موسم اور حالات کی نزاکت کے باوجود بھی اطراف سے جس تعداد میں لوگ آئے تھے تجوڑی کی سرزمین نے کبھی اتنی تعداد نہیں دیکھی تھی۔ موسلادھار بارش شروع ہوئی، ہر طرف پانی ہی پانی اور کیچڑ ہی کیچڑ تھا۔ لیکن لوگوں کا سمندر کہ ختم ہونے کا نام نہ لے رہا تھا اور نہ ہی کسی کے ذہن میں آپ کے دیدار کئے بغیر واپس جانے خیال پیدا ہو رہا تھا۔ بالآخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں، دور سے ایمبولینس کے سائرن کی آواز سنائی دینے لگی تو بے اختیار لوگوں کے دل دھڑکنے لگے اور ان کے قدم تیزی سے اس سائرن کی آواز کی جانب اٹھنے لگے، انتظار بہت ہو چکا تھا، بڑی بڑی علمی، سیاسی اور سماجی ہستیاں جنازہ گاہ میں موجود تھیں۔ مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتھم کے برادران مولانا لطف الرحمٰن ایم پی اے اور ضیاء الرحمٰن ڈپٹی کمشنر وسطی کراچی، مولانا محمد انور ایم این اے لکی مروت، مفتی عبد الشکور ایم این اے فاٹا اور دیگر اکابرین نے مختصر وقت میں آپؒ کی خدمات پر روشنی ڈالی اور پھر آپؒ کے بڑے صاحبزادے مولانا اشرف علی ہ کی اقتداء میں تیسری مرتبہ آپؒ کا جنازہ پڑھا گیا۔ جمعیت علماء اسلام کے جانثار سالاروں کے خصوصی دستے کی نگرانی میں آپؒ کی میت آپؒ کے قائم کردہ ادارے دار العلوم ایوبیہ لائی گئی اور ہزاروں اشک بار آنکھوں کے سامنے سپرد خاک کی گئی۔

2۔ شیخ امان اللہؒ کا مولد و مسکن

شیخ صاحبؒ نے 20 ستمبر 1936ء کو ولادت پائی۔ آپؒ کا تعلق تجوڑی کے معروف محلہ مرزا خیل سے ہے جو مروت قوم کی مشہور شاخ "موسیٰ خیل" سے جڑی ہے اور اس کی کماحقہ پہچان مروت قوم کی تاریخ اور اس کی شاخوں کی معرفت سے ہی ممکن ہے۔

3۔ شیخ امان اللہؒ کی تعلیم و تربیت

شیخ صاحبؒ آٹھ سال کے تھے کہ والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور نو سال کی عمر میں والدہ کی شفقت سے محروم ہو گئے۔ لیکن آپؒ کے بڑے بھائی مولانا مستی خانؒ نے آپؒ کو والدین کے نہ ہونے کا احساس نہ دیا اور آپؒ کی ماں باپ بن کر آپؒ کی تربیت کی اور آپؒ کو پالا۔ پرائمری تک تعلیم تجوڑی میں حاصل کرنے کے بعد اپنے بڑے بھائی کے ساتھ غزنی خیل چلے گئے اور وہاں سکول کے ساتھ ساتھ ابتدائی عربی فارسی کتابیں بھی پڑھنے لگے۔ میٹرک تک عصری تعلیم غزنی خیل میں حاصل کی اس کے بعد مستقل طور پر دینی علوم کا سلسلہ شروع کیا۔ اس سلسلے کی ابتدائی کڑی جامعہ علوم شرعیہ تھی جس کی بنیاد دار العلوم دیوبند کے فاضل و مدرس مولانا حضرت علی عثمانیؒ نے رکھی تھی، اور اس میں مولانا محمد یعقوبؒ جیسے ماہرینِ فنون تھے۔ جب علمی پہیہ گھومنے لگا تو بنوں میں رک نہ سکا بلکہ عیسیٰ خیل تک آپؒ کو لے گیا

وہاں آپؒ کو مولانا احمد علی شاہؒ جیسے علم دوست عالم کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا موقع ملا جس سے خوب استفادہ کیا اور پھر دارالعلوم الاسلامیہ لکی مروت میں داخلہ لیا جہاں آپؒ کو مولانا حبیب اللہؒ جیسی روحانی شخصیات کی مجلس نصیب ہوئی۔ کچھ عرصہ تک کوہاٹ میں بھی رہے اور پھر فنِ حدیث کے لئے لاہور چلے گئے وہاں جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لیا اور دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فاضل اور شیخ المعقولات مولانا رسول خان ہزارویؒ سے صحاحِ ستہ میں شرف حاصل کرکے سند فراغت حاصل کرلی۔ فنون کی تکمیل کے بعد فقہ کی شوق آپؒ کو کراچی لے گئی اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ کے دامنِ شفقت میں جگہ دی۔ جہاں ایک سال تک فقہ وافتاء کا مشق کرتے رہے اور اس سے افتاء کے قابل ہونے کی سند حاصل کی۔ تعلیمی سلسلہ کے دوران آپؒ دورہ تفسیر میں بھی شریک ہوتے رہے۔ کئی بار آپؒ کو شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہٗ اللہ اور نمونہ تقویٰ مولانا نصیرالدین غورغشتوی رحمہٗ االلہ کے دروس القرآن میں شریک ہونے اور ان سے تفسیرِ قرآن پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

علومِ ظاہریہ سے بہرہ ور ہونے کے بعد باطنی علوم کی طرف متوجہ ہوئے اور مفتی اعظم مفتی محمد فرید سے رشتہ سلوک قائم کرلیا انہی سے جملہ اسباقِ سلوک پڑھ لئے اور انہی کی نگرانی میں اس راہ کے منازل طے کئے۔ جب شیخ نے محسوس کیا کہ اب اس کا تزکیہ ہوچکا ہے تو خرقہ خلافت سے نواز۔

زمانہ طالب علمی میں آپؒ پر کٹھن حالات بھی آئے جن کی وجہ سے آپؒ کے علمی سفر میں رکاوٹیں پیدا ہوئیں اور قریب تھا کہ آپؒ اس مبارک سفر کو ترک کردیں لیکن اللہ تعالیٰ نے خصوصی کرم فرمایا اور ان مشکلات کو دور فرمایا۔ ہوا یوں کہ آپؒ کے بڑے بھائی مولانا مستی خانؒ کا سرائے نورنگ میں کاروبار تھا۔ چوروں نے اس کو نشانہ بنایا اور ہر چیز کا صفایا کردیا جس سے اس کا کافی نقصان ہوا اور اس کی مالی حالت کمزور ہوگئی۔ بامر مجبوری مولانا مستی خان کو محنت مزدوری کے لئے باہر جانا پڑا۔ شیخ صاحبؒ سے اپنے بھائی کی غربت برداشت نہ ہوئی اس لئے وہ مزید اپنے بھائی پر بوجھ نہیں بننا چاہتے تھے لہذا محنت مزدوری شروع کی اس طرح ایک سال آپؒ کے اسباق تعطل کا شکار ہوئے۔ جب آپؒ کے اساتذہ کو اس بات کا علم ہوا تو مولانا مستی خانؒ سے کہا کہ آپ کا بھائی ذہین اور قابل ہے اسے ضائع مت کریں۔ اس طرح ایک بار پھر آپؒ کو علمی سفر شروع ہوا اور بارآور ثابت ہوا۔

شیخ الحدیث امان اللہؒ کی اولاد اور ان کی خدمات

1۔ صاحبزادہ مولانا اشرف علی

مادی ترقی کے اس دور میں ہر کوئی اس بات کا متمنی ہے کہ اس کی اولاد مادیات میں ترقی کرکے کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہوجائے۔ پھر اگر اس میں کچھ نہ کچھ قابلیت اور صلاحیت بھی ہو تو شوق اور بھی بڑھ جاتا ہے اور اپنے اور پرائے بھی اس کی اعلیٰ عصری تعلیم کا مشورہ دینے میں کسی قسم کی کمی نہیں چھوڑتے۔ لیکن اخلاص وللّٰہیت کے پیکر مولانا امان اللہؒ کے دل میں کبھی مادی ترقی کا خیال تک نہ آیا۔ اس نے اپنے لئے جو راستہ اختیار کیا تھا اس

پر پوری طرح مطمئن تھا اور دلی خواہش تھی کہ اس کی اولاد بھی اسی راستے کو اختیار کرے۔ اسی چیز پر آپؒ نے ساری محنت کی اور بالآخر آپؒ کی تڑپ رنگ لائی اور چاروں بیٹے نور علم سے منور ہوئے۔

مولانا اشرف علی آپؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ یکم جنوری 1964ء کو وبو میں ان کی ولادت ہوئی۔ تجوڑی میں آپ نے بچپن اور لڑکپن کا زمانہ گزارا ہے، اور تعلیم حاصل کی، دینی علوم کا سفر شروع کرکے دینی خدمات کا آغاز کیا۔ عصری تعلیم میٹرک تک اپنے گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد شیخ صاحبؒ نے آپ کو دینی علم کے حصول پر لگایا۔ ابتدائی سال جامعۃ العلوم الشرعیۃ بنوں میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ گزارا اور یہیں اس کی نگرانی میں عربی فارسی کتابیں پڑھیں۔ اگلے سال شیخ صاحبؒ نے آپ کو اپنے تلمیذ خاص مولانا محمد انور کی نگرانی میں دینے کا فیصلہ کیا اور آپ کو جامعہ حلیمیہ درہ پیزو بھیجا اور دو سال اس کی نگرانی میں یہاں کے اساتذہ سے کسبِ فیض کرتے رہے۔ ایک سال دارالعلوم حقانیہ کے ان شیوخ سے استفادہ کیا جنہوں نے بلاواسطہ دارالعلوم دیوبند کے اولیاء اللہ سے کسبِ فیض کیا تھا۔ چراٹ کے مہاجر کیمپ میں افغانستان کے مجاھد کمانڈر مولانا محمد نبی محمدیؒ نے "جامعہ محمدیہ" کے نام سے علمی مرکز کھول دیا، آپ نے دو سال یہاں گزارے۔ ابھی آپ جامعہ محمدیہ میں تھے کہ باڑہ میں دارالعلوم ہاشمیہ کی شہرت بنی۔ چھوٹا لاہور کے قاضی محمد امینؒ اس میں درس دیتے تھے وہاں آگے اور ایک سال گزارا۔ موقوف علیہ کے لئے تخت بھائی چلے گئے جہاں دارالعلوم ہدایت الاسلام میں بحور العلم علم کے پیاسوں کو سیراب کر رہے تھے۔ اگلا سال تکمیلِ علم کا تھا جس کے لئے آپ کی نظر جامعہ امدادالعلوم (معروف درویش مسجد پشاور صدر) سے نہ گزر سکی جہاں متخصص فی الحدیث شہیدِ اسلام مولانا حسن جان اور آپ کے محترم والد مولانا امان اللہ رحمہا اللہ تعالیٰ مسندِ حدیث پر براجمان تھے ان سے صحاحِ ستہ پڑھ کر تکمیلِ علم کی سند حاصل کی۔ باطنی اصلاح کے لئے ولی کامل مفتی محمد فریدؒ کے ہاتھ میں بیعت ہوئے، حضرت مولانا امیر ختم نبوت پاکستان خواجہ خان محمدؒ کے ساتھ بھی اصلاحی تعلق رکھا اور زمانہ طالب علمی میں مولانا عبد الحقؒ نے بھی خصوصی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

مولانا اشرف علی نے جن ہستیوں سے کسبِ فیض کیا ان میں مولانا مطلع الانوارؒ (فاضل دارالعلوم دیوبند)، قاضی محمد امینؒ، سید قریش باباؒ، شیخ حسن جانؒ، قاضی نور محمد ثاقب (سابق چیف جسٹس امارتِ اسلامیہ افغانستان)، سید محسن شاہؒ، مولانا محمد انور، مولانا جان محمد، مولانا حضرت علی اور مولانا نور محمد قابلِ ذکر ہیں۔

مولانا اشرف علی کی عقد میں دو بیویاں ہیں، دونوں سے اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائی ہیں۔ بڑا بیٹا صاحبزادہ امجد علی دینی اور عصری دونوں علوم سے آراستہ ہیں۔ جامعہ تحسین القرآن حیات آباد میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور سماجی و رفاہی خدمات کے لئے حکومتِ پاکستان سے رجسٹرڈ ایک ادارے کے ساتھ منسلک ہیں جب کہ باقی اولاد ابھی زیرِ تعلیم ہے۔

1992ء میں تکمیلِ علم کے بعد دارالعلوم سرحد پشاور میں درس شروع کیا لیکن ایک سال اپنے والد محترم کے سایہ شفقت میں اس سلسلے کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا اور جامعہ امداد العلوم درویش چلے آئے۔ یہاں دو سال گزارنے کے بعد سرکاری ملازمت سے منسلک ہو گئے اور عربی معلم تعینات ہوئے۔ بارہ سال اسی شعبہ کے ساتھ منسلک رہے لیکن ساتھ ساتھ درس و تدریس بھی کرتے رہے اور مختلف اوقات میں دورہ فنون کا اہتمام بھی کرتے تھے۔

سیاسی طور پر آپ کا تعلق جمعیت علماء اسلام کے ساتھ ہے اور اسی میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مختلف اوقات میں آپ ضلع پشاور کے عہدوں پر خدمات انجام دے چکے ہیں۔

مولانا اشرف علی سماجی کارکن ہیں اور سماجی میدانوں میں اپنا ایک نام رکھتے ہیں۔ اس وقت وہ دارالعلوم ایوبیہ کے مدیر اور رئیس ہیں۔ جس وقت وہ فقیر آباد پشاور میں مقیم تھے اس وقت وہاں امن کی بحالی کے لئے اصلاحی کمیٹی کے نام سے ایک کمیٹی بنائی اور اس کے سرپرست اعلیٰ مقرر ہوئے۔ جب وہاں سے حیات آباد منتقل ہوئے اور یہاں رہائش پذیر ہوئے تو آل پارٹی کونسل کے ایگزیکیٹو ممبر منتخب ہوئے۔ اس کونسل کا مقصد مشترکہ طور پر رفاہِ عامہ کی خدمت اور سماجی بہبود تھا۔ پشاور میں مروت قوم سے لڑائی جھگڑوں کی بیخ کنی کے لئے "مروت اصلاحی جرگہ" کا قیام عمل میں لایا گیا آپ اس جرگے کے سٹیئرنگ کمیٹی کے سینیئر رکن کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ پشاور میں تعلیم کی فروغ اور اسلامی اصولوں کے مطابق نوجوان نسل کی عصری تعلیم سے بہرہ وری کے لئے "اقراء معارف القرآن سکول سسٹم" متعارف کرایا، آپ اس سسٹم کے مینیجنگ ڈائریکٹر ہیں۔ مروت قوم کے غریب اور حالاتِ زمانہ سے ناواقف لوگ جب علاج معالجہ کے لئے پشاور جاتے ہیں تو ان کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، آپ اس حوالے سے جو خدمات انجام دے رہے ہیں وہ مذکورہ تمام سماجی خدمات سے بڑھ کر ہیں۔ اس کے علاوہ آپ آل پاکستان حج ٹوور آپریٹرز (نان کوٹہ ہولڈرز) کے چیئرمین بھی ہیں,

آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ سعودی حکومت کی جانب سے پاکستان کی معزز شخصیات کے لئے خصوصی عمرہ ٹرپ تیار کی گئی تو آپ کو بھی اس میں شامل کیا گیا اور شاہی مہمان کی حیثیت سے عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ اس سفر میں سرکاری طور پر مقدس مقامات کی سیر کرائی گئی اور عرب کے تاریخی مقامات کی زیارت کی۔

2۔ مولانا انور علی

مولانا انور علی شیخ الحدیث امان اللہ کے دوسرے فرزند ہیں جو یکم جنوری 1966ء کو تجوڑی میں پیدا ہوئے۔ آپ شیخ صاحبؒ کے علمی وارث اور جانشین جانے جاتے ہیں۔ مڈل تک عصری تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی اس کے بعد دینی علوم کی جانب متوجہ ہوئے اور جامعہ حلیمیہ درہ پیزو میں داخلہ لیا۔ وفاق المدارس کی ترتیب کے مطابق درجہ اولیٰ اسی مدرسہ میں پڑھا اس کے بعد پشاور چلے گئے اور جامعہ امدادالعلوم پشاور صدر میں درجہ

ثانیہ کی کتابیں پڑھیں۔درجہ ثالثہ کے لئے دوبارہ اپنے مادرِ علمی جامعہ حلیمیہ درہ پیزو کی جانب مراجعت اور درجہ خامسہ تک اسی مدرسہ میں پڑھتے رہے۔درجہ سادسہ کے لئے گل بہار پشاور کے دارالعلوم ہادیہ میں داخلہ لیا لیکن آخری چندماہ کے لئے جامعہ المرکز الاسلامی بنوں آنا پڑا اور یہیں سے مذکورہ درجہ کا امتحان وفاق المدارس کے تحت دے کر کامیابی حاصل کی۔علوم المنطق میں مہارت حاصل کرنے کے لئے مارتونگ چلے گئے جہاں امام المنطق فاضل دیوبند جنّد عالم دین استاد العلماء مولانا خان بہادرؒ کے بیٹے مولانا رشید احمدؒ درس دے رہے تھے لیکن اس وقت بہت ضعیف ہو چکے تھے اور اسی سال اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ابھی سال کا کافی حصہ باقی تھا لہٰذا مولانا رشید احمدؒ کے علمی جانشین اور عصرِ حاضر کے امام المنطق مولانا تاج محمد کی خدمت میں آگئے جو اس وقت بنوں کی معروف علمی درس گاہ انوار العلوم چک ڈاڈان (ضلع بنوں) میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔اگلے سال جامعہ اسلامیہ پراچہ ٹاؤن چلے گئے اور وہاں تکمیل فی الفنون کے لئے داخلہ لیا۔عالیہ سال اول کے لئے ضلع ہنگو چلے گئے اور دارالعلوم العربیہ ٹل میں شیخ الحدیث مولانا معزالحق سے فقہ اور حدیث میں کسبِ فیض کیا۔دورہ حدیث آپ اپنے والد بزرگوار سے کرنے کے متمنی تھے جو اسی سال سراج الاسلام کاہی میں بطورِ شیخ الحدیث متعین ہوئے تھے لیکن آپ کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی کیونکہ حضرت شیخ کی پشاور میں امات تھی اور وہ آپؒ کو کسی صورت میں بھی اجازت دینے کو تیار نہ تھے لہذا بطورِ ضمانت آپ کو ان کے پاس چھوڑنا پڑا۔اس عذر کی بنیاد پر آپ کو کاہی کی بجائے پشاور ہی میں رکنا اور پڑا اور شہید شیخ الحدیث مولانا حسن جان سے صحاحِ ستہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا،یوں آپ نے 1994ء میں جامعہ امدادالعلوم المعروف درویش مسجد پشاور صدر سے سندِ فراغت حاصل کی۔تفسیر میں آپ نے اپنے والد بزرگوار سے دسیوں بار استفادہ کیا جس کی بنیاد پر آپ میں حضرت والد صاحب کا طرزِ تفسیر پوری طرح رچ بس گیا۔

علومِ ظاہریہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد علوم باطنیہ میں کمال حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے والد کے شیخ مفتی محمد فرید کے ہاتھ میں بیعت ہوئے،اور مفتی محمد فرید کے فرزند اور جانشین مولانا حسین احمد حفظہ اللہ آپ کے ساتھ حضرت کے خلفاء جیسا معاملہ کرتے ہیں۔

مولانا انور علی کے اساتذہ کرام میں جن بزرگانِ دین کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے ان میں جامعہ حلیمیہ درہ پیزو کے سید محسن شاہؒ،مولانا محمد انور،مولانا جان محمد،مولانا مفتی سعد الدین، مولانا حضرت علی،مولانا نور محمد حفظہم اللہ،انوارالعلوم کے مولانا تاج محمد،پراچہ ٹاؤن کوہاٹ کے مولانا شیر بہادر اور مولانا نصیب خانؒ،ٹل کے مولانا معزالحقؒ،درویش مسجد کے شیخ حسن جانؒ اور خود آپ کے والد مولانا امان اللہ رحمہم اللہ قابلِ ذکر ہیں۔

خدمات

مولانا انور علی نے1994ءمیں فراغت حاصل کی تو پشاور نمک منڈی کے دارالعلوم علوم القرآن والسنۃ میں تدریسی خدمات انجام دینی شروع کیں۔2008ءتک اسی مدرسہ کے ساتھ تعلق قائم رہا لیکن جب شیخ صاحبؒ کے حکم پر جامعہ ابوہریرہ کی بنیاد رکھی تو آپ کو وہاں 2009ءسے اسی ادارے میں خدمات انجام دینی شروع کیں جو آج تک جاری ہیں۔1994ءمیں آپ کی شادی بھی ہوئی جس کی وجہ سے آپ کو کچھ عرصہ گاؤں میں رہنا پڑا۔ آپ نے اس موقع کو ضائع نہیں کیا اور شیخ صاحبؒ کے حکم پر قلعہ مسجد(سابقہ جامعہ ایوبیہ)میں درس قرآن کا اہتمام کیا جس میں آپ نے ابتدائی پندرہ پاروں کا درس خود دیا جب کہ آخری پاروں کا درس مولانا محمد اسلم نے دیا۔اس کے بعد ہر سال شیخ صاحبؒ کی خدمت میں رہتے،طلبہ کی خدمت بھی کرتے اور درس قرآن سے بھی مستفید ہوتے۔ شیخ صاحبؒ نے آپ کو علوم القرآن والسنۃ میں دورہ تفسیر شروع کرنے کا حکم دیا۔چھ سال تک متواتر علوم القرآن میں درس قرآن دیتے رہے اور جب جامعہ ابوہریرہ کی بنیاد رکھی اور شیخ صاحبؒ بھی معذور ہو چکے تھے لہذا شیخ صاحبؒ کی نگرانی میں اپنے ادارہ ہی میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ابتدائی چند پاروں کی تفسیر حضرت شیخؒ نے اور باقی تفسیر آپ نے خود کی۔یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے اللہ تعالیٰ اس کو مزید ترقی عطا فرمائیں۔آمین!

مولانا انور علی علمی میدان کے شاہسوار ہیں اس لئے سماجی اور سیاسی میدانوں میں خدمت کا موقع آپ کو میسر نہیں آتا۔گو آپ کی خواہش ہوتی ہے کہ کسی مرتبے میں سماجی خدمات کا شرف بھی حاصل ہو جائے اور سیاسی خدمات کا بھی لیکن علمی مصروفیات آپ کی راہ میں رکاوٹ ہوتی ہیں۔البتہ جمعیت علماء اسلام کے ساتھ ان محبت رکھتے ہیں۔

3۔ مولانا اصغر علی

شیخ الحدیث مولانا امان اللہ کی اولاد میں عوامی سطح پر سب سے زیادہ مقبولیت مولانا اصغر علی دامت برکاتہٗ کو حاصل ہوئی ہے۔ آپ شیخ صاحبؒ کی سماجی خدمات کے حوالے سے جانشین ہیں۔ نڈر، بے باک اور دلیر ہیں، نہ کسی کی رعب داب میں آئے ہیں اور نہ ہی کسی کی رعب والی زبان کو قبول کرتے ہیں۔

مولانا اصغر علی یکم جنوری 1969ءکو تجوڑی میں پیدا ہوئے،بچپن اور لڑکپن کا زمانہ تجوڑی میں گزارا،میٹرک تک تعلیم تجوڑی میں حاصل کی اور اس کے بعد اپنے والد گرامی کے ساتھ پشاور چلے گئے۔ ایف اے کا امتحان گورنمنٹ ہایئر سیکنڈری سکول نمبر1 پشاور سے پاس کیا۔بی اے کا امتحان پرائیویٹ کی حیثیت سے پاس کیا جب کہ ماسٹر کی ڈگری پولیٹیکل سائنس میں یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی بنوں سے حاصل کی۔

دینی علوم کی ابتداء جامعہ امدادالعلوم درویش سے کی اور ابتدائی دو درجات درویش مسجد میں اپنے والد کی سرپرستی میں پڑھیں۔درجہ ثالثہ جامعہ حلیمیہ درہ پیزو میں پڑھا جب کہ درجہ رابعہ کے لئے آپ جامعہ

المرکز الاسلامی بنوں چلے گئے۔درجہ خامسہ کا امتحان بھی وہیں سے پاس کیا۔درجہ سادسہ کے لئے آپ ہنگو چلے گئے اور جامعہ سراج الاسلام کاہی میں اپنے والد کی سرپرستی میں یہ درجہ پڑھا۔موقوف علیہ کے لئے آپ گوجرانوالہ چلے گئے اور قاضی حمید اللہ جانؒ سے اس درجہ کے جملہ اسباق پڑھے۔دورہ حدیث کے لئے آپ نے گوجرانوالہ ہی جامعہ نصرۃ العلوم میں داخلہ لیا اور شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدرؒ اور صوفی عبدالحمید سواتیؒ رحمہما اللہ سے کتبِ حدیث پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کی۔تفسیر میں اپنے والد بزرگوار سے استفادہ کیا جب کہ اصلاحِ باطن کے لئے خواجہ خواجگان خان محمدؒ کے ہاتھ میں ہاتھ دئے۔

مولانا اصغر علی نے مولانا شیخ امان اللہؒ، سید محسن شاہؒ، مولانا محمد انور، مولانا نور محمد، مولانا تاج محمد، قاضی حمید اللہ جانؒ، شیخ سرفراز صفدرؒ اور صوفی عبدالحمید سواتیؒ قابلِ ذکر ہیں۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹوں کی نعمت سے نوازا ہے بڑا بیٹا محمد اسامہ لاہور گورنمنٹ کالج سے پولٹیکل سائنس میں ماسٹر کر رہا ہے، دوسرا بیٹا مستنصر باللہ ایف ایس سی کا سٹوڈنٹ ہے باقی بیٹے چھوٹے اور زیرِ تعلیم ہیں۔

خدمات

مولانا اصغر علی نے 1998ء میں سند فراغت حاصل کی تو اپنے والد کے قائم کردہ ادارے دارالعلوم ایوبیہ میں درس و تدریس شروع کی اور اب تک اسی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔آپ دارالعلوم کے ناظمِ اعلیٰ ہیں اور دارالعلوم حنیفیہ للبنات کے مہتمم اور مدیر ہیں۔

سیاسی میدان میں آپ بچپن ہی سے جمعیت علماء اسلام کے کارکن ہیں ، آپ نے عملی میدان میں قدم رکھا تو علاقائی سیاست میں حصہ لینے لگے۔تجوڑی یونین کونسل کے امیر چلے آرہے ہیں۔اور آج کل ضلعی نائب امیر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

پارلیمانی سیاست میں بھی آپ اپنا ایک نام رکھتے ہیں۔دو دفعہ بلدیاتی نظام کے رکن رہ چکے ہیں۔پہلی مرتبہ 2005ء میں یونین کونسل تجوڑی کے نائب ناظم بنے۔اور 2015ء میں ضلعی کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔

سماجی طور پر آپ عوام کی خدمت میں کسی قسم کی کسر نہیں اٹھاتے۔آپ نے اپنی فنڈ سے اپنی یونین کونسل بیسیوں پریشر پمپ نصب کئے ہیں، سینکڑوں گھرانوں کو آپ کی وساطت سے بجلی مہیا ہوئی ہے۔جب بھی دیکھتے ہیں غریب عوام کے ساتھ تھانوں، کچہریوں اور عوامی خدمت میں پیش پیش ہے۔

4۔ مولانا احمد علی

مولانا احمد علی مولانا امان اللہ کے سب سے کم سن فرزند ہیں لیکن اخلاص میں سب سے بڑے ہیں۔ مفتی محمد تقی عثمانی کے بارے میں مفتی محمد شفیع نے فرمایا تھا کہ تقی میری اولاد میں عمر میں سب سے چھوٹے ہیں لیکن علم میں سب سے بڑے ہیں۔ وہی بات حضرت شیخ کی اولاد میں اخلاص اور عقل و دانشمندی کے اعتبار سے آپ پر صادق آتی ہے۔

مولانا احمد علی نے 12 دسمبر 1974ء کو تجوڑی میں ولادت پائی۔ پانچویں تک عصری تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ اس زمانے میں حضرت شیخؒ پشاور آئے تو آپ اس کے ساتھ پشاور چلے گئے اور وہیں پر داخلہ لیا۔ گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر 1 پشاور سے میٹرک اور ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ اسی دوران آپ نے دینی علوم کا سلسلہ بھی شروع کیا لیکن عصری علوم کا دامن بھی نہ چھوڑا اور پشاور یونیورسٹی سے بیچلر اور ماسٹر کی ڈگریاں حاصل کیں۔ دینی علوم کے ابتدائی چار درجات مسلسل جامعہ امدادالعلوم پشاور میں پڑھے۔ درجہ خامسہ اور درجہ سادسہ کے لئے آپ سراج الاسلام کاہی چلے گئے اور حضرت شیخؒ کی نگرانی میں وہیں پڑھے۔ موقوف علیہ کے لئے آپ دوبارہ درویش مسجد چلے آئے اور دو سال یہاں گزارے۔ یہیں سے موقوف علیہ اور دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ تفسیر میں استفادہ شیخ صاحبؒ سے کیا۔

جن حضرات سے آپ نے کسبِ فیض کیا ان میں شیخ الحدیث مولانا امان اللہؒ، شیخ الحدیث مولانا حسن جان شہیدؒ، مولانا سمیع اللہ راشد، مولانا الطاف الرحمٰن اور مولانا بشیر احمد حفظہم اللہ قابلِ ذکر ہیں۔ اولاد میں تین بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔

خدمات

مولانا احمد علی نے تدریسی میدان میں بہت کم خدمات انجام دی ہیں جو کہ صرف چند سالوں پر مشتمل ہیں۔ آپ کا اصل میدان سیاسی اور سماجی ہے ان دونوں میدانوں میں آپ نے خوب انجام دی ہیں۔ جمعیت علماء اسلام میں مختلف تنظیمی عہدوں پر فائز رہے۔ جب تک آپ زمانہ طالب علمی سے گزر رہے تھے جمعیت علماء اسلام کے ذیلی تنظیم جمعیت طلباء اسلام میں خدمات انجام دے رہے تھے۔

تعلیمی اور سماجی طور پر آپ اقراء معارف القرآن کے نام سے پرائیویٹ سکولوں کا ایک نظام چلا رہے ہیں جس میں آپ کی نگرانی میں چار سکول ہیں جن میں ہر سال سینکڑوں طلبہ زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوتے رہتے ہیں جو کہ سماجی بنیادوں پر بہت بڑی خدمت ہے۔ اس سسٹم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عصری علوم کے ساتھ ساتھ بچوں کو بنیادی دینی علوم کا درس بھی دیا جاتا ہے اور اب تک بیسیوں بچے اس سسٹم

کے ذریعے قرآن کریم کے حافظ بن چکے ہیں۔ پرائیویٹ سکولوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے صوبائی صدر ہیں اوران سکولوں کے حقوق کے لئے صوبائی سطح پر ہر قسم کے جنگ لڑ رہے ہیں۔

شیخ الحدیث امان اللہؒ کے اساتذۂ کرام اور تلامذہ

شیخ الحدیث مولانا امان اللہؒ کے اساتذہ کرام

شیخ صاحبؒ کے اساتذہ کرام میں درجہ ذیل اساتذہ کرام قابلِ ذکر ہیں:

1۔ مولانا تاج محمد

2۔ مولانا سید احمد علی شاہ

3۔ مولانا عبد اللہ جان زکوڑی

4۔ مولانا غلام حبیب

5۔ مولانا حبیب اللہ

6۔ مولانا امیر اکبر

7۔ مولانا احمد جان

شیخ الحدیث مولانا امان اللہؒ کے تلامذہ کرام

شیخ الحدیث مولانا امان اللہؒ کے تلامذہ میں خدمات کے لئے حوالے سے جو قابلِ ذکر ہیں ان میں درجہ ذیل علماء کرام شامل ہیں:

1۔ مولانا محمد انور

2۔ مولانا عبد الوکیل

3۔ مفتی احسان اللہ

4۔ مولانا سمیع اللہ مجاہد

شیخ الحدیث مولانا امان اللہؒ کے ہم عصر علماء کرام

شیخ الحدیث مولانا امان اللہؒ کے ہم عصر علماء کرام میں بڑی بڑی ہستیاں شامل ہیں جن کا احاطہ مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ ذیل میں آپؒ کے ان ہم عصر علماء کرام کا تذکرہ شامل کیا جائے گا جن کا تعلق لکی مروت سے ہے اور جملہ شعبہ ہائے دین میں ان کی کسی حد تک خدمات ہیں۔ ان میں قابلِ ذکر علماء کرام درجہ ذیل ہیں۔

1۔ مولانا گل بزار

2۔ مولانا محمد اکبر

3۔ مفتی حمید اللہ جان

4۔ قاضی محمد رضا

5۔ مولانا سید محسن شاہ

6۔ مولانا سید عبد الرحمٰن شاہ

7۔ مولانا عبد الحکیم

شیخ الحدیث امان اللہؒ کی دینی خدمات

شیخ صاحبؒ کی علمی خدمات میں آپؒ کی تدریسی خدمات کو اہمیت حاصل ہے جو کہ تین مختلف حصوں پر مشتمل ہے۔اس فصل میں آپؒ کی تدریسی خدمات پر سیر حاصل بحث شامل ہے۔

درس و تدریس علمی دنیا کا مشغلہ ہے جس سے بیک وقت دو فائدے حاصل ہوتے ہیں: ایک یہ اس سے علم میں وسعت آتی ہے۔ہمارے اکابرین فرماتے ہیں کہ درسِ نظامی پڑھنے سے آدمی میں عالم بننے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی عالم اس سے مطالعہ بناتی ہے اور درس و تدریس وہ مشغلہ ہے جو اس کو مطالعے پر مجبور کرتا ہے، مطالعہ اس میں نکھار پیدا کرتا ہے اور وہ حقیقی معنوں میں عالم بن جاتا ہے۔دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے علم کی ترویج ہوتی ہے اور تجربے کی بات ہے کہ علم کی ترویج میں جن عوامل اور ذرائع کا کردار ہے ان میں سب سے اہم اور مؤثر ذریعہ درس و تدریس کا ہے اس کے بغیر تعلیم و تعلم ممکن ہی نہیں۔اس لئے ابتداء ہی سے یہ ذریعہ انتہائی کارآمد چلا آرہا ہے۔اس کے دو طریقے چلے آرہے ہیں: ایک علمی حلقوں کا اور دوسرا مدارس دینیہ کا۔ایک وقت ایسا تھا جب باقاعدہ طور پر مدارس کی مروجہ شکل نہ تھی تو علماء کرام یہ خدمت علمی حلقوں کی صورت میں ادا کرتے تھے، ہر عالم جس فن میں ماہر ہوتا اس کا حلقہ اسی فن کے نام سے مشہور ہوتا۔کوئی عالم فقہ کا ماہر ہوتا تو وہ صرف فقہ کا درس دیتا اور اس کا حلقہ اسی فقہ کی جانب منسوب ہوتا، کوئی منطق کا ماہر ہوتا، کوئی اصولِ فقہ کا تو کوئی صرف و نحو کا، کوئی حدیث کا ماہر ہوتا تو کوئی تفسیر کا۔کسی ایک جگہ پر منظم انداز میں جملہ علوم و فنون کا درس نہیں ہوتا تھا۔یہی وجہ تھی اس زمانے میں علم کرنے پر بیس سے چالیس سال تک کا زمانہ لگ جاتا تھا۔ایک طالب علم سال میں ایک یا دو کتابیں پڑھتا جس سے اس پر کافی وقت صرف ہو جاتا۔یہ طریقہ تدریس اگرچہ ناپید ہو چکا ہے لیکن ختم نہیں ہو گیا ہے بلکہ گاہ بگاہ آج بھی اس طریقہ سے تدریس ہوتی ہے اور خاص کر افغانستان میں یہ طریقہ زیادہ مروج ہے۔لکی مروت میں قیامِ پاکستان سے قبل بھی اور کافی عرصہ بعد بھی اسی طریقے سے درس

ہوتا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اب یہ طریقہ یہاں بالکل ختم ہو چکا ہے اور اسی کی جگہ مدارس نے لے رکھی ہے۔

درس وتدریس کا دوسرا طریقہ مدارس کے قیام ہے تقسیم ہند سے قبل برصغیر پاک وہند میں اکثریت علمی حلقوں کی تھی لیکن جگہ جگہ پر مدارس بھی تھے۔ان میں سے بعض مدارس تو علماء اپنی طرف سے چلاتے تھے لیکن اکثر مدارس کی نگرانی اور سرپرستی حکومتِ وقت کرتی تھی جس کے حکمران یا تو خود عالم ہوتے تھے جیسے اورنگزیب عالمگیر یا پھر علم دوست ہوتے تھے جیسے دوسرے شاہانِ مغل وافغانستان وغیرہ۔جنگ آزادی کے بعد دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی جس بنیادی اصولوں میں یہ بات شامل تھی کہ یہ عوام الناس کے تعاون سے چلے گی اور اس کے لئے حکومت سے کسی قسم کا تعاون نہیں لیا جائے گا۔اسی دارالعلوم نے ترقی کی اور پورے برصغیر میں مدارس کا جال بچھایا جس کی برکت سے آج علم گھر گھر تک پہنچ چکا ہے اور ہر گھر میں عالم موجود ہے۔ مختصر یہ کہ علم کی ترویج کا مؤثر ذریعہ درس وتدریس ہے خواہ علمی حلقہ کی صورت میں ہو یا مدرسہ کی صورت میں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان قیودات سے قطع نظر فرمایا ہے:"بُعِثْتُ مُعَلِّماً"[1] میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

شیخ الحدیث مولانا امان اللہؒ علمی خدمات کا دلداہ تھا۔اس کی خواہش اور دلی تمنا تھی کہ وہ اس کے اساتذہ نے علم کی جو امانت اس کے سپرد کی ہے وہ اس کو دوسروں تک پہنچائے۔اسی جذبے کے پیشِ نظر اور اسی خواہش کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے آپؒ نے اسی طریقہ درس وتدریس کو ختیار کیا۔ آپؒ کو شہرت حاصل ہوئی اور آپؒ کے نام کو جو چار چاند لگ گئے اس میں کلیدی کردار آپؒ کی تدریسی صلاحیتوں کا ہے۔ آپؒ کو اللہ تعالیٰ نے ان تدریسی صلاحیتوں سے نوازا تھا جو بہت کم لوگوں کو عطا کی جاتی ہیں۔ آپؒ نے ان صلاحیتوں کو ضائع نہیں کیا بلکہ ان سے فائدہ اٹھایا اور ان کی بنیاد پر قابلِ داد علمی خدمات انجام دیں۔ آپؒ کی تدریسی زندگی کو درجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: شیخ صاحب بحیثیت استاذ الفنون۔۔۔بحیثیت استاذ الحدیث۔۔بحیثیت شیخ الحدیث۔۔بحیثیت استاذ التفسیر۔

1۔ شیخ الحدیث مولانا امان اللہؒ بحیثیتِ استاذ الفنون

فنون سے مراد وہ علوم ہیں جو حدیث اور قرآن کے لئے پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں ان میں صرف ونحو، بلاغت، ادب، منطق اور دیگر علوم شامل ہیں۔ دارالعلوم معراج العلوم بنوں، جامعہ علوم شرعیہ بنوں، تعلیم القرآن راولپنڈی، جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد، جامعہ انوارالعلوم گوجرانوالہ، دارالعلوام نظامیہ میر انشاں شمالی وزیرستان، سراج الاسلام کاہی ضلع ہنگو، جامعہ امداد العلوم پشاور صدر اور دارالفرقان الکریم حیات آباد پشاور میں تدریس کے جوہر دکھائے۔ شیخ صاحبؒ نے اپنی تدریسی سفر کا آغاز جامعہ معراج العلوم بنوں سے کیا لیکن جلد ہی اپنے استاد مولانا حضرت علی عثمانی کی دعوت پر اس کے قائم کردہ ادارے جامعۃ العلوم الشرعیہ منتقل ہوئے اور اپنے استاد کی نگرانی میں درس دینی

شروع کی۔ آپؒ کی علمی شہرت بڑھ گئی، آپؒ کے نام کو چار چاند لگ گئے تو اپنے استاذ التفسیر مولانا غلام اللہ خان کے مدرسہ سے دعوتِ تدریس آئی، آپؒ نے اپنے اساتذہ کی مشاورت سے یہ دعوت قبول کی اور راولپنڈی کی جانب رختِ سفر باندھ لیا۔ ابھی آپؒ نے وہاں تدریس شروع ہی کی تھی کہ فیصل آباد سے بلاوا آیا اور جامعات تعلیمات اسلامیہ میں آپؒ کو درس دینے کی دعوت دی گئی۔ فیصل آباد میں ایک سال گزارا تو جامعہ انوار العلوم گوجرانوالہ منتقل ہوئے۔ یہ 1970ء کے آس پاس کا زمانہ تھا، اس وقت سیاسی اختلافات شدت اختیار کر چکے تھے اور آپؒ جمعیت علمائے اسلام میں قائدین میں شمار ہوتے تھے جس کی وجہ سے آپؒ کو گوجرانوالہ میں رہنا مشکل ہو گیا اور وہاں سے مستعفی ہو کر واپس اپنے علاقے آ گئے اور جامعہ نظامیہ عیدک (شمالی وزیرستان) میں استاذ الفنون کی حیثیت سے تدریس کا آغاز کیا۔

تدریسی خصوصیات: شیخ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہترین تدریسی خصوصیات سے نوازا تھا جن میں اہم اور قابلِ ذکر خصوصیات درجہ ذیل ہیں۔

1۔ فصاحت وبلاغت: شیخ صاحب کی تدریسی خصوصیات میں سب اہم خصوصیت فصاحت وبلاغت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو فصاحت وبلاغت میں وافر حصہ عطا فرمایا تھا جس کی بنیاد پر آپؒ ہر کسی کے ساتھ اس کی بساط کے مطابق کلام کرنے پر قادر تھے۔ اسی چیز نے آپؒ کی تدریسی صلاحیتوں کو چار چاند لگائے۔ جماعت میں جتنے بھی طلبہ ہوتے، ان کی ذہنی سطح جس نہج پر ہوتی ہر کوئی آپؒ کی بات بآسانی سمجھتا اور ہر کسی کا یہ خیال ہوتا کہ حضرت شیخؒ اس کی صلاحیتوں کے مطابق سبق پڑھا رہے ہیں۔

2۔ منطقی انداز: شیخ صاحبؒ کی تدریسی خصوصیات میں دوسری چیز جو شامل تھی وہ منطقی اندازِ تدریس تھی۔ آپؒ نے علوم منطقیہ میں کافی مہارت حاصل کی تھی اور منطقی استدلالات آپؒ کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھیں۔ اس لئے آپؒ درس کے دوران جو بھی بات سمجھاتے اس کو منطقی رنگ دیتے اور منطقی طریقہ استدلال سے اس کی وضاحت فرما کر طلبہ کو ذہن نشین کرا دیتے۔ آپؒ کی کامیاب تدریس میں اس چیز کا بڑا دخل تھا۔

3۔ اجراء العلوم: آپؒ کی تدریسی خصوصیات میں بنیادی عنصر اجراء کا تھا۔ آپؒ عبارت کے حل میں جملہ علوم کا اجراء کرتے تھے۔ یہ چیز آپؒ کے درس میں منفرد تھی۔ عموماً علماء کرام عبارت کی توضیح وتشریح پر زیادہ زور دیتے ہیں لیکن آپؒ عبارت کے حل پر زیادہ زور دیتے تھے۔

4۔ شستہ اورآسان زبان: شیخ صاحبؒ کی تدیسی خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپؒ تدریس میں عام فہم اور شستہ زبان استعمال کرتے تھے۔ آپؒ نے کبھی بھی مشکل اصطلاحات کا استعمال نہیں کیں۔ اسی چیز نے آپؒ کو طلبہ کے درمیان مقبول بنا دیا۔

2۔ شیخ صاحبؒ بحیثیتِ استاذ الحدیث

شیخ صاحبؒ کی یہ زندگی تین حصوں پر مشتمل ہے۔ایک حصہ وہ ہے جس میں آپؒ نے فنون کے ساتھ ساتھ حدیث کی بعض کتابیں تدریس کیں،ایک حصہ وہ ہے جس میں آپؒ نائب شیخ الحدیث کی حیثیت سے احادیث کا درس دے رہے تھے او تیسرا حصہ وہ ہے جس میں آپؒ شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔

شیخ صاحبؒ نے حدیث کی بعض کتابیں فنون کی تدریس کے زمانے میں پڑھائیں جس میں اہمیت مشکوٰۃ المصابیح کو حاصل ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح دو کتابوں مشکوٰۃ اور المصابیح کا مجموعہ ہے۔المصابیح محی السنہ ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء کی تصنیف ہے جو کہ شافعی المسلک عالم تھے اور اپنے وقت کے مقتدا اور مفتی اسلام تھے۔ المصابیح میں احادیث مہمہ کو فقہ کی ترتیب پر لایا گیا ہے لیکن ائمۃ الاحادیث پر اعتماد کرکے اسانید کو چھوڑ دیا ہے۔ جب بعض معاندین نے اس پر اعتراض کیا تو آپ کے قابل شاگرد شیخ ولی الدین عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ الخطیب العمری التبریزی نے اس کو کامل کر دیا۔ انہوں نے ہر حدیث کو اس کے راوی کی جانب منسوب کر دیا ایسے ہی اس کتاب کا نام ذکر کر دیا جس سے حدیث کا استخراج کیا ہے۔ شیخ نے اکثر ابواب ملحقات احادیث لانے کے لئے ایک فصل ثالث بھی قائم کر دی۔ مشکوٰۃ کے درس میں آپؒ ملا علی قاریؒ کی معروف شرح مرقاۃ سے استفادہ کرتے تھے۔

شیخ صاحبؒ جب امداد العلوم پشاور (درویش مسجد) میں تھے اس وقت آپؒ نائب شیخ الحدیث کے مسند پر فائز تھے۔ مولانا محمد حسن جان شہیدؒ کے پاس بخاری شریف کی پہلی جلد ہوتی اور آپؒ کے پاس اس کی دوسری جلد ہوتی۔

3۔ شیخ صاحبؒ بحیثیتِ شیخ الحدیث

امداد العلوم سے جب آپؒ جامعہ سراج الاسلام کاہی (ضلع ہنگو) چلے آئے تو آپؒ کو شیخ الحدیث کے مسند پر خدمات انجام دینی پڑیں اور بخاری شریف کی پہلی جلد آپؒ کے درس میں آئی۔

بخاری شریف کا مقام اور اس کی خصوصیات: امام بخاریؒ کی صحیح بخاری کو اللہ تعالیٰ بہت اعلیٰ مقام عطا کیا ہے اور قرآن کریم کے بعد دوسری صحیح ترین کتاب ہونے کا شرف اسے حاصل ہوا ہے۔اس حوالے سے حضرات محدثین کا مقولہ مشہور ہے:"اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ الْبَارِیْ اَلصَّحِیْحُ الْبُخَارِیْ" کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب صحیح بخاری ہے۔اس کی یہ وجہ فوقیت اس کی چند نمایاں خصوصیات کی وجہ سے ہے۔

1۔ صحیح بخاری کی احادیثِ مرفوعہ کی تعداد بہت زیادہ ہے اس کی نسبت مؤطا امام مالکؒ میں یہ تعداد کم ہے۔

2۔ صحیح بخاری میں احادیثِ مرفوعہ زیادہ ہیں،احادیثِ موقوفہ کم ہیں جب کہ امام مالکؒ کے مؤطا میں دونوں قسم کے احادیث لائے گئے ہیں۔

3۔امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں مراسیل اور مقطعات سے اجتناب کیاہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ قابلِ حجت نہیں ان کے نزدیک انقطاع عیب ہے جس کی وجہ سے حدیث درجہ صحت سے گرجاتاہے۔

بخاری شریف میں آپؒ علامہ کرمانی کی شرح الکواکب الدراری،علامہ ابن حجر عسقلانی کی شرح فتح الباری ،علامہ بدرالدین عینیؒ کی شرح عمدۃ القاری اور شاہ انور شاہ کشمیریؒ کی فیض الباری سے استفادہ کرتے تھے۔

درسِ حدیث کی خصوصیات:

شیخ صاحبؒ کی درسِ حدیث جن خصوصیات کی حامل تھی ان میں سے اہم ترین خصوصیات درجہ ذیل ہیں:

1۔سندِ حدیث پر بحث: احادیث میں دوچیزیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں:سندِحدیث اور متنِ حدیث۔سندِحدیث میں راوی کی حالاتِ زندگی پر بحث ہوتی ہے جس میں اس کی قوتِ حافظہ اور عدالت وغیرہ شامل ہیں،جس پر حدیث کی صحت کامدار ہوتاہے۔شیخ صاحبؒ سندِحدیث پر کماحقہٗ بحث کرتے تھے۔ہر ہر راوی کی حالاتِ زندگی پر سیر حاصل بحث کرتے تھے اور جملہ جہات سے اس کا مکمل نقشہ پیش کرتے جس سے اس کی زندگی اور حدیث میں اس کے مقام پر مکمل روشنی پڑ جاتی۔

2۔متنِ حدیث پر بحث: حدیث کادوسرااہم اور بنیادی حصہ متن ہے جوکہ مقصود ہوتاہے۔شیخ صاحبؒ متنِ حدیث پر کافی اور شافی بحث کرتے تھے۔اس کے اسبابِ ورود بیان کرتے،حالاتِ زمانہ کے اعتبار سے اس کی تشریح کرتے،اس سے متعلقہ مسائل پر خوب بحث کرتے نیز اس سے مستنبط مسائل کو بھی زیر بحث لاتے۔غرض یہ کہ آپؒ درسِ حدیث میں اصولِ حدیث کی روشنی میں پوری پوری بحث کرتے تھے۔اسی چیز نے آپؒ کی درس کو قبولیت بخشی تھی۔

3۔عبارتِ حدیث: شیخ صاحبؒ کی عادت تھی کہ وہ حدیث کی عبارت پر کافی زور دیتے تھے۔عبارت پڑھنے میں جملہ قوانین صرف ونحو کاخیال رکھتے تھے۔اور قاری کو جگہ بہ جگہ ٹھوکتے بھی تھے۔عبارت میں صرفی اور نحوی قوانین کے اجراء پر زور دیتے اور جو طالب علم اس کے معیار پر پورا اترتا،اس سے بہت خوش ہوتے اور ہر جگہ اس کا ذکر خیر تحسینی کلمات کے ساتھ کرتے۔

4۔شیخ صاحب بحیثیتِ استاذالتفسیر

شیخ صاحبؒ نے ایک بہترین مفسرِ قرآن کی حیثیت سے خدمات انجام دی ہیں۔تفسیر میں آپؒ نے شیخ القرآن مولاناغلام اللہ خانؒ اور حضرت غور غوشتوی رحمہااللہ سے استفادہ کیاتھااس وجہ سے آپؒ کے درس تفسیر میں مذکورہ شیوخ کارنگ واضح نظر آتاتھا۔

شیخ صاحبؒ سالانہ تعطیلات میں دورہ تفسیر کرتے جس میں سینکڑوں طلباء شرکت کرتے تھے۔آپؒ اس کا اہتمام مولانامحمد ایوب جانؒ کے قائم کردہ ادارے "دارالعلوم سرحد پشاور" میں کرتے تھے۔آخری بار آپؒ نے یہ دورہ

"دارالفرقان حیات آباد" میں کیا تھا۔ ایک دوبار جامعہ ابوہریرہ میں بھی تفسیر کا دورہ کیا لیکن اس میں آپؒ صرف ابتدائی پانچ پارے پڑھتے باقی تفسیر مولانا انور علی کرتے۔ عنفوانِ شباب میں آپؒ مختلف مساجد میں بھی اس کا اہتمام کرتے تھے جس سے عوام الناس کو بڑا فائدہ پہنچتا تھا اور اس کی برکت سے بہت سی معاشرتی اور اعتقادی برائیوں کا خاتمہ ہو جاتا۔

شیخ صاحبؒ کی خصوصیاتِ تفسیر

شیخ صاحبؒ نے جن اکابرین سے تفسیر پڑھی تھی وہ اپنے وقت کے شیوخ القرآن اور بین الاقوامی سطح کے مفسرین تھے۔ لہذا آپؒ کی تفسیر میں ان کی تفسیری افادات کا زیادہ دخل ہوتا تھا۔ آپؒ اکثر عربی تفاسیر پر انحصار کرتے تھے جن میں امام فخر الدین رازیؒ کی تفسیرِ کبیر، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی تفسیر مظہری، علامہ جلال الدین کی تفسیر جلالین، قاضی بیضاوی کی تفسیر بیضاوی قابلِ ذکر ہیں لیکن آپؒ کا زیادہ انحصار علامہ محمود آلوسیؒ کی تفسیر روح المعانی پر ہوتا تھا اور اکثر آپؒ اس کا حوالہ دیتے تھے۔ آپؒ کی تفسیری خصوصیات میں درجہ ذیل اہم خصوصیات شامل ہیں۔

1۔ **اصطلاحات کی وضاحت:** شیخ صاحبؒ کی عادت یہ تھی کہ وہ ابتداء تفسیر میں جملہ اصطلاحاتِ تفسیر کی وضاحت فرماتے تھے تاکہ بعد میں ان اصطلاحات کے بار بار دہرانے کی زحمت پیش نہ آئے۔

2۔ **خلاصۃ السورہ:** آپؒ کی ایک بہترین عادت یہ بھی تھی کہ ہر سورت کی ابتداء میں اس سورۃ کا مکمل خلاصہ بیان کرتے تھے اس کا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ سورۃ کے جملہ مضامین و مباحث کا نقشہ طالب علم کے ذہن میں بیٹھ جاتا جس سے سورۃ کی فہم میں آسانی پیدا ہو جاتی۔

3۔ **ربط بین السور والرکوع والآیات:** آپؒ سورتوں کے درمیان ربط بیان کرنے کا بھی اہتمام کرتے تھے جس سے طالب علم پر یہ بات واضح ہو جاتی کہ اس سورۃ کا ماقبل کی سورۃ کے ساتھ کیا ربط ہے۔ اس طرح ایک رکوع کا دوسرے رکوع کے ساتھ ربط اور ایک آیت کا دوسری آیت کے ساتھ ربط بیان کرنے میں آپؒ اپنی مثال آپ تھے۔

4۔ **حوالہ تفسیر:** آپؒ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپؒ جو بات جس تفسیر اخذ کرتے اسی تفسیر کا حوالہ بھی دیتے جس طالب علم کو اگر اس بات کی تحقیق کرنی ہوتی تو اس میں آسانی اور سہولت ہوتی۔

5۔ **نحوی و صرفی تحقیق:** آپؒ کی عادت مبارک تھی کہ ہر آیت میں جہاں کہیں صرفی یا نحوی تحقیق کی ضرورت ہوتی آپؒ اس ویسے نہیں گزرتے بلکہ اس کی خوب وضاحت کرتے۔ اس کی ترکیب، اعراب، اشتقاق، ماخذِ اشتقاق، تعلیل غرض جو بھی ضروری ہوتا سب کچھ بالتفصیل بیان کرتے۔

6۔ **علم بلاغت:** تفسیر میں جہاں دوسرے علوم کو اہمیت حاصل ہے وہاں علم بلاغت کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ شیخ صاحبؒ کی یہ عادت تھی کہ آپؒ ہر آیت میں معانی، بیان اور بدیع کے جملہ اصطلاحات کی وضاحت کرتے اور اسی آیت پر ان کا انطباق کرتے۔

7۔ آیاتِ توحید کی نشاندہی: آپؒ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپؒ توحید کے آیات کی نشاندہی فرماتے تھے اوراس کی کماحقہٗ وضاحت بھی فرماتے تھے کہ اس سے کس قسم کی توحید ثابت ہوتی ہے۔اس آیت میں توحید فی الذات کا بیان ہے یا توحید فی الصفات کا یا توحید فی العبادت کا۔

8۔ اشعار: آپؒ کسی مسئلہ کی توضیح کے لیے اشعار بھی استعمال کرتے۔آپؒ زیادہ تر فارسی کے اشعار پڑھتے البتہ کسی لفظ کی وضاحت کے لئے عربی اشعار بطورِ استدلال و استشہاد پیش کرتے۔

9۔ منطقی اصطلاحات کا استعمال: شیخ صاحبؒ آیت کی وضاحت میں منطقی اصطلاحات بھی بیان کرتے تھے۔جہاں کہیں کوئی مسئلہ منطقی انداز کا ہوتا رہاں آپؒ اس منطقی اصطلاح کو بیان بھی کرتے،اس کی وضاحت بھی کرتے اورآیت پر اس کو منطبق بھی کرتے۔

10۔ تفسیر القرآن بالقرآن کا اسلوب: شیخ صاحبؒ سب سے پہلے تفسیر القرآن بالقرآن کا اسلوب اختیار کرتے۔جہاں کسی آیت کی تفسیر دوسری آیت سے ممکن ہوتی آپؒ سب سے پہلے اس کی تفسیر اسی آیت سے کرتے خواہ وہ متصلاً ہو یا منفصلاً یعنی وہ مفسِّر آیت خواہ مفسَّر آیت کے ساتھ متصل ذکر ہوتی یا اس سے منفصل کسی دوسری جگہ یا دوسری آیت میں ذکر ہوتی، آپؒ اس کا اہتمام کرتے۔

11۔ تفسیر القرآن بالحدیث: آپؒ چونکہ احادیث کے عظیم منصب پر فائز تھے اس لئے احادیث کا اکثر ذخیرہ آپؒ کو مستحضر ہو تا لہذا جہاں کہیں کسی آیت کی تفسیر حدیث میں ہوئی ہوتی وہاں آپؒ بھی تفسیر اسی حدیث کے ساتھ فرماتے۔

12۔ شستہ اور عام فہم زبان: آپؒ جس طرح فنون کی تدریس میں عام فہم اور شستہ زبان استعمال کرتے اسی طرح تفسیر میں بھی عام فہم اور شستہ زبان استعمال کرتے جس کی وجہ سے ہر سطح کا طالب علم آپؒ سے کافی استفادہ کرتا اور تفسیر اور قرآن کی فہم میں اس کو کسی قسم کی کوئی مشکل پیش نہ آتی۔

خلاصۂ کلام

رب کائنات نے اپنی شانِ ربوبیت کے اظہار کے لئے اس عالم ہستی کو وجود بخشا اور اس کو اشرف المخلوقات "انسان" سے مزین کیا۔حضرت انسان کی راہنمائی کے لئے انبیاء کرام علیم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا،اس سلسلے کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام ہوئی اور اختتام امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ پر ہوا،اس سلسلۂ نبوت کی وراثت سے علماء کرام کو نوازا گیا۔علماء کرام نے اس ورثہ کا پورا پورا حق ادا کیا اور اس حقِ وراثت کو ادا کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی اور مختلف جہات سے انسانیت کی خدمت بھی کی اور راہنمائی بھی۔

علماء کرام کے اس سلسلے کی ایک کڑی لکی مروت کے علماء کرام کی بھی ہے۔لکی مروت کی سرزمین نے جلیل القدر مفسرین، محدثین، فقہاء، مصنفین، بڑے بڑے سیاسی اور سماجی خدمات کے حامل علماء کرام کو جنم دیا

۔ان علماء میں بعض آسمانِ علم کے تابندہ ستارے بن کر چمکے، بعض میدانِ سیاست کے شاہسوار بن گئے جبکہ بعض سماجی میدانوں پر چھاگئے اور یہ سلسلہ تاحال اسی طرح جاری وساری ہے۔

ان علماء میں بعض تو ایسے ہیں جن کے ذکر نے تاریخ کے اوراق کو زینت بخشی جب کہ اکثریت ان علماء کی ہے جن کے تذکرے سے تاریخ خاموش ہے اور علمی جلالتِ قدر اور مذہبی، سیاسی اور سماجی خدمات کے باوجود بھی تاریخ نے ان سے صرفِ نظر کیا ہے۔ تاریخ کی فراموش کردہ ان حضرات کی خدمات کو یکجا کر کے امتِ مسلمہ کے سامنے پیش کرنے کے لئے برادرِ مکرم مولانا جمشید اقبال حفظہ اللہ نے تحقیقی کام کیا ہے جس میں چالیس سے زائد علماء کرام کی خدمات کو ایک لڑی میں پرویا ہے۔ تاہم اس کا یہ کام اجمالی ہے حالانکہ ان میں سے بعض ایسی شخصیات بھی ہیں جن کی خدمات کے لئے چند صفحات کافی نہیں بلکہ ان کی خدمات کے لئے کئی کئی جلدوں پر مشتمل کتابوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں ایک شیخ الحدیث مولانا امان اللہ کی ہے جنہوں مختلف جہات سے اسلام کی خدمت کی۔ لہذا ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کی خدمات پر مستقل تحقیقی کام کیا جائے تاکہ لوگ ان کی خدمات سے آگاہ ہو جائیں، اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اس کی حیات طیبہ کو نمونہ بنا کر ایک لائحۂ عمل ترتیب دے سکیں۔

گو یہ کام انتہائی مشکل تھا کیونکہ اس میں دورافتادہ علاقوں کے اسفار اور وبزرگ شخصیات سے ملاقاتوں کی ضرورت پڑتی تھی، جو علماء کرام اس دارِ فانی کو خیرباد کہہ چکے ہیں ان کے ورثاء، قریبی رشتہ داروں اور ہمسفر ساتھیوں سے جبکہ حیات علماء سے بالمشافہ ملاقاتیں کر کے معلومات اکٹھی کرنی پڑتی تھیں، جو ان نازک حالات اور گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے کسی طرح بھی مشکلات سے خالی نہ تھیں، لیکن مقالہ نگار نے ان تمام تر مشکلات کی پرواہ کئے بغیر تحقیقی عمل کی انجام دہی کا مصمم ارادہ کیا، اس میں پیدل سفر کرنے بھی پڑے، ایک ایک شخص کے پاس کئی کئی مرتبہ جانا پڑا، پھر جو بے ربط اور بے ضبط مواد ہاتھ آتا تو ان کو ترتیب دینے میں کافی مشقت اٹھانی پڑی لیکن حوصلہ کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا اور بالآخر مقصود حاصل کرنے میں کامیابی نصیب ہوئی۔

حواشی وحوالہ جات

1. مواجہہ: مولانا اصغر علی بمقام دارالعلوم ایوبیہ تجوڑی
2. مواجہہ: انور خان انورؔ بمقام رہائش گاہ بیگوخیل
3. حوالہ بالا
4. حوالہ بالا
5. مواجہہ: محمد اقبال بہلول بمقام رہائش گاہ لکی سٹی
6. بیگوخیل، انور خان، تخلیق کائنات، غیر مطبوعہ
7. طارق سلیم، ڈاکٹر، مروت کاروان، غیر مطبوعہ

8. جاوید اقبال، قاری، ثقافتِ سرحد تاریخ کے آئینے میں، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور 2002، ص:262-263
9. عمران زئی، محمد اسلم، تاریخِ پٹھان، شمع آرٹ پریس، ایبٹ آباد 2014، ص:43
10. مواجہہ: بیگو خیل، انور خان، بمقام رہائش گاہ بیگو خیل
11. مواجہہ: مولانا اصغر علی، بمقام دار العلوم ایوبیہ تجوڑی
12. مواجہہ: مولانا اشرف علی، بمقام جامع مسجد معاویہ حیات آباد فیز تھری
13. مواجہہ: مولانا انور علی، بمقام جامعہ ابو ہریرہ بورڈ پشاور
14. مواجہہ: مولانا اصغر علی، بمقام دار العلوم ایوبیہ تجوڑی
15. مواجہہ: مولانا احمد علی بمقام صوبائی سیکریٹریٹ جمعیت علماء اسلام پشاور
16. مواجہہ: مولانا عبد المبین، بمقام رہائش گاہ مٹوراشریف
17. مواجہہ: مولانا حنیف اللہ بمقام رہائش گاہ تتر خیل
18. مواجہہ: حافظ خورشید انور، بمقام رہائش گاہ گنڈی خان خیل
19. مواجہہ: مولانا رضوان اللہ، بمقام رہائش گاہ لنڈیواہ
20. مواجہہ: مولانا کفایت اللہ، بمقام رہائش گاہ محلہ بیگو خیل لکی سٹی
21. مواجہہ: مولانا سید عمر، بمقام رہائش گاہ تجوڑی
22. مواجہہ: مولانا روح الامین، بمقام رہائش گاہ غزنی خیل
23. مواجہہ: مولانا محمد انور، بمقام جامعہ حلیمیہ درہ پیزو
24. مواجہہ: مولانا عبد الوکیل، بمقام رہائش گاہ نزد دال ملز لکی سٹی
25. مواجہہ: مفتی احسان اللہ، بمقام جامعہ رحمانیہ گنڈی خان خیل
26. مواجہہ: مولانا سمیع اللہ مجاہد، بمقام ضلعی سیکریٹریٹ جمعیت علماء اسلام لکی سٹی
27. مواجہہ: مولانا عبد الوہاب، بمقام رہائش گاہ گورکہ سید خیل لکی مروت
28. مواجہہ: سید عارف حسین شاہ، بمقام رہائش گاہ خواجہ خیل
29. مواجہہ: قاری سیف الرحمٰن، بمقام رہائش گاہ مرمنڈی عظیم سرائے نورنگ
30. مواجہہ: مولانا سمیع اللہ مجاہد، بمقام ضلعی سیکریٹریٹ جے یو آئی، لکی مروت
31. مواجہہ: مفتی حبیب اللہ حقانی، دار العلوم الاسلامیہ لکی مروت
32. مواجہہ: قاری قدرت اللہ، بمقام جامعہ قاسمیہ دلو خیل لکی مروت
33. مواجہہ: مولانا عبد الحیٔ، بمقام جامعہ حلیمیہ درہ پیزو
34. مواجہہ: مولانا سید عبد الباسط شاہ، بمقام رہائش گاہ ابا خیل
35. مواجہہ: قاری سیف الرحمٰن، بمقام رہائش گاہ مرمنڈی عظیم